

دینی مدارس کا نصابِ تعلیم اور نظامِ تعلیم

پچھلے دنوں کراچی سے مولانا مدظلہ کے ایک نیاز مند جو ایک انگریزی پریچہ کے مدیر بھی ہیں اپنے ایک تحقیقی اور علمی کام کے سلسلہ میں مولانا مدظلہ سے دینی مدارس کے نصاب و نظام کے بارہ میں تبادلہ خیال کرنے تشریف لائے۔ انہوں نے انٹرویو کی شکل میں کی گئی مولانا کے ساتھ گفتگو کو قلمبند فرمایا جسے ہم قارئین کی خدمت میں پیش کر رہے ہیں۔

ادارہ

دینی مدارس کا نصابِ تعلیم | دینی مدارس کا نظامِ تعلیم دراصل دینیات کی تعلیم کا نظام ہے اس نظامِ تعلیم میں شریعت کی تعلیم دی جاتی ہے۔ شریعت جو کامل اور مکمل ہے۔ اس میں عبادات، معاملات، معاشرتی امور، سیاسیات، معاشیات، نکاح و طلاق کے مسائل، رعیت اور حاکم کے حقوق و فرائض، بیع و تجارت، اور معاشرت، میراث و وصیت کے مسائل، غرض زندگی کا ہر پہلو اور ہر مسئلہ شامل ہے۔ یہ نظامِ تعلیم جس مقصد کے لئے قائم کیا گیا تھا۔ وہ یہ تھا کہ اسلامی احکامات اور قوانین کی تعلیم کو باقی اور عبادی رکھا جائے۔ اسی لئے قرآن، حدیث اور فقہ کے علوم اس نظامِ تعلیم میں بنیادی حیثیت سے شامل کیے گئے۔ پھر قرآن اور حدیث سے احکامات اور قوانین مستنبط کرنے کے اصول وضع ہوئے۔ اور اس عمل سے باقاعدہ علم کی سرپرست اختیار کی۔ تاکہ اصول فقہ کے نام پر اس نظامِ تعلیم میں رائج کیا گیا۔ بعد میں جب دو عباسیہ میں یونانی فلسفہ عربی زبان میں منتقل ہوا تو اس فلسفہ کے مختلف مسائل کو انہیات، طبیعات، منطق اور غریبات کے عزائمات سے اس نظامِ تعلیم میں شامل کر لیا گیا۔ لیکن فلسفہ یونان کے متعدد پہلوئے اسلامی عقائد سے متصادم اور متناقض تھے چنانچہ علماء اسلام نے ان پہلوؤں کا ابطال کیا اور ان کے تنقیدی مطالعہ کو علم کلام کی صورت میں دینی تعلیم

میراث ادا کر دیا گیا۔ فلسفہ اور منطق کی کتابیں کم درجہ پر ہی دود میں نصاب تعلیم میں شامل کی گئیں۔ مقصد یہ تھا کہ ایسے فلسفیانہ نظریات کا تنقیدی مطالعہ کر کے ان کا ابطال کیا جائے جو اسلامی تعلیمات سے متعلق شکوک و شبہات پیدا کر سکتے تھے۔ علم کلام کی تشکیل اسی مقصد کو سامنے رکھ کر کی گئی۔

علاوہ ازیں چونکہ قرآن اور حدیث کو سمجھنے کے لئے عربی زبان، اس کے محاورات اور کمالات سے واقفیت ضروری تھی، اسی لئے عربی گرامر، صرفہ، نحو کی تشکیل ہوئی۔ پھر قرآن کی فصاحت و بلاغت کو سمجھنے کے لئے، جو اپنی مثال آپ تھی، علم بیان و معانی کی تشکیل ہوئی تاکہ قرآن کی فصاحت و بلاغت کے لطیف پہلوؤں کا ذوق پیدا ہو سکے۔ اس طرح ہم دیکھتے ہیں کہ عربی گرامر اور علم بیان و معانی کا مطالعہ بھی بجائے خود کوئی مقصد نہ تھا۔ بلکہ ان علوم کی تعلیم کو قرآن و حدیث ہی کی خدمت کے لئے شامل کیا گیا تھا۔

دینی مدارس کی تعلیم کا مقصد | اس تعلیم کا بنیادی مقصد دین کا تحفظ اور اس کی اشاعت تھا۔ موجودہ دینی مدارس کا نصب العین بھی صرف یہی ہے کہ دینی تعلیمات کا تحفظ کیا جائے، اس سے زیادہ ان مدارس کی لفاظی بھی نہیں ہے۔ اصل کام جو موجودہ حالات میں ہمارے کرنے کا ہے وہ یہ ہے کہ جو دین بزرگوں سے ہم تک پہنچا ہے، وہی محفوظ رہے۔ اس سے آگے بڑھ کر کچھ اور کرنے کے لئے نہ ہمارے پاس وسائل ہیں اور نہ فنڈز۔ کوئی فعال نصب العین مدارس دینیہ اس وقت اپنے سامنے رکھیں گے۔ جب حکومت بھی تعاون کرے گی اور اس کا دھیر میں حصہ لے گی، لیکن حکومت کا مسئلہ یہ ہے کہ وہ اپنے آپ کو اس اعتماد کا اہل اور قابل ہی ثابت نہیں کرتی کہ وہ اس کام میں کوئی حصہ لے سکے۔

مدارس دینیہ کی تعلیم میں تبدیلی کی ضرورت اور گنجائش | میرے نزدیک اپنے مقصد اور نصب العین کے اعتبار سے اس نظام تعلیم میں کوئی ایسی کمی نہیں ہے، جسے دور کرنے کے لئے اس میں بنیادی تبدیلیاں کی جائیں۔ یہ حقیقت ہے کہ اس نظام نے اب تک جتنے افراد پیدا کئے ہیں۔ وہ علم و دانش کے لحاظ سے قابلِ لوگ تھے۔ اگر اس نظام تعلیم میں کوئی کمی ہوتی تو یہ علماء اور فضلاء کیسے پیدا ہوتے؟ سبھی علماء و فقہاء اسی نظام تعلیم سے پڑھ کر نکلے ہیں۔

جہاں تک اس نظام تعلیم میں ترمیم و تبدیلی کا سوال ہے۔ تو شریعت کی کلیات میں تو کسی بھی ترمیم و ترمیم کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ ظاہر ہے کہ ہم قرآن و حدیث کے کسی حصے کو تو حذف نہیں کر سکتے۔ اس کے لئے تو امکان صرف اسی وقت پیدا ہو سکتا ہے۔ جب ہم خدا خواستہ اسلام ہی کو چھوڑ دیں۔

صاف بات ہے کہ اگر کوئی شخص آج یہ کہتا ہے کہ موجودہ دور میں سود کی حرمت اور پانچ رقت کی نماز چلنے والی چیزیں نہیں ہیں۔ اور یہ کہ نماز پڑھنے سے دفتروں اور کارخانوں کے کام میں حرج ہوگا، تو ہم ان دلائل کی بناء پر نہ تو سود کو جائز قرار دے دیں گے اور نہ ہی نماز کو ساقط کر دیں گے۔ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے احکامات میں کوئی تبدیلی نہیں ہو سکتی۔

البتہ جہاں تک مدارس دینیہ میں پڑھائے جانے والے دیگر علوم کا تعلق ہے۔ مثلاً فلسفہ منطوق اور کلام وغیرہ تو ان میں تبدیلی اور ترمیم و تنسیخ کی گنجائش موجود ہے۔ لیکن اسکی جو صورت ہمارے لئے قابل قبول ہوگی وہ یہ ہے کہ عالم اسلام کی تمام حکومتوں کی سرپرستی میں جدید علوم کے جدیدہ جدیدہ ماہرین پر مشتمل ایک بورڈ قائم کیا جائے۔ یہ بورڈ جدید علوم، فلسفہ، منطق، کلام اور علوم عمرانیات کا ایک خلاصہ تیار کرے۔ پھر دنیا کے اسلام کے منتخب علماء مل کر ان جدید علوم کے ان پہلوؤں کا ابطال تیار کریں جو قرآن و سنت کی تعلیمات سے متصادم ہوں، اس طرح جو مجموعے مرتب ہوں، انہیں دینی مدارس کے نصاب میں شامل کر لیا جائے۔ اس سلسلے میں حسب ذیل امور کو خاص طور پر ملحوظ رکھا جائے۔

۱۔ تبدیل شدہ نصاب کو صرف اسی صورت میں درس نظامی میں شامل کیا جائے گا۔ جب اس کے لئے اجتماعی کوشش کی جائے گی۔ بیشک انفرادی سطح پر ہمارے ہاں بہت قیمتی کوششیں ہوئی ہیں۔ اور سوشلزم، سرمایہ داری اور اشتراکیت کی رو میں جو کتابیں اور رسائل لکھے گئے ہیں، ان سے ہمارے نوجوان طبقے نے استفادہ بھی کیا ہے۔ تاہم یہ ساری کوششیں چونکہ انفرادی تھیں۔ اس لئے انہیں مدارس دینیہ کے نظام تعلیم میں شامل نہیں کیا جاسکا۔

۲۔ تبدیل شدہ نصاب کے مجموعے مرتب کرنے وقت یہ بات پیش نظر رہنا ضروری ہے کہ مخالفین اسلام کے اقوال و نظریات ہی کو جمع کر کے نہ پڑھا دیا جائے۔ بلکہ ان کے ساتھ ساتھ قرآن و حدیث اور عقل کی روشنی میں ان کا رد اور ابطال بھی طلبہ کو پڑھایا جائے۔

۳۔ اس کام میں جدید علوم کے ماہرین اور علوم اسلامیہ کے ماہرین کا باہمی تعاون بے حد ضروری ہے۔

۴۔ تبدیل شدہ نصاب کے مجموعے عربی زبان میں مرتب کئے جائیں۔

علوم عمرانیات کا شامل ہونا بہت ضروری ہے۔ ہم خود چاہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق دے اور مسائل بتایا فرمائے ترمیم اپنے در سے میں علوم عمرانیات کو شامل کر لیں۔ لیکن اصل مسئلہ وسائل اور اساتذہ کا ہے۔

اس سلسلے میں خود طلبہ کا رویہ بھی سامنے رکھنا چاہئے۔ طلبہ بھی نئے علوم نہیں پڑھنا چاہتے۔ وہ کیر کے فقیر ہیں اور صرف پرانی کتابیں پڑھنا چاہتے ہیں۔ طلبہ جب چاہتے ہیں۔ ایک مدرسہ چھوڑ کر دوسرے مدرسے میں چلے جاتے ہیں۔

حکومت کی مداخلت | اگر حکومت دینی مدارس میں مداخلت کرنا چاہتی ہے تو اسے چاہئے کہ پہلے اپنے حسن نیت کا اعتبار اور ثبوت مبہم پہنچائے۔ دوسری بات یہ ہے کہ اگر اسے اصلاح کا اتنا ہی شوق ہے تو پہلے اسکولوں، کالجوں اور یونیورسٹیوں کے نظامِ تعلیم کی اصلاح کا کام کیوں نہیں کرتی؟ اس سے اسے کون روک رہا ہے؟

دینی مدارس کے نظامِ تعلیم نے گذشتہ بارہ سو سال سے اسلام کو باقی رکھا ہے۔ سوچنے کی بات یہ ہے کہ اب اگر اس کو بھی بدل دیا جائے۔ جبکہ اس کی جگہ لینے کے لئے کوئی دوسرا نظام بھی موجود نہیں ہے، تو کیا اس سے خطرناک نتائج پیدا نہ ہوں گے؟

درس نظامی میں قرآن و حدیث کا مطالعہ | آپ دیکھیں گے کہ مدارسِ دینیہ میں معادنِ علوم پانچ یا چھ سال میں پڑھائے جاتے ہیں۔ آخری دوسالوں میں قرآن و حدیث کی تعلیم دی جاتی ہے فلسفہ کی بڑی اور غیر ضروری کتابیں حذف کر دی گئی ہیں۔ ہم بھی منطق اور فلسفہ کے حصے کم کر رہے ہیں۔ لیکن فاسفہ و منطق کو بالکل ختم نہیں کیا جاسکتا۔ کیونکہ ان کی عدم موجودگی سے طلبہ کی علمی اور ذہنی صلاحیتوں میں ضعف پیدا ہونے کا امکان ہے۔

طرائقِ تعلیم اور دورِ جدید کے مسائل | آپ کی یہ رائے درست ہے کہ حدیث کی تعلیم کے دوران اکثر مدارس میں اصولی مسائل پر کم اور فروعی، اختلافی مسائل پر بحث زیادہ ہوتی ہے۔ آج سے چھ سو برس پہلے کا جو دور گزرا ہے۔ آپس میں متعدد اختلافی بحثیں پھڑپھڑی ہوئی تھیں۔ ان اختلافی بحثوں کا اثر مدارس کی تعلیم پر بھی پڑا ہے۔ مجھے آپ کی اس بات سے اتفاق ہے کہ قرآن و حدیث کی تعلیم کے دوران اساتذہ کو موجودہ دور کے مسائل کو زیرِ بحث لانا چاہئے۔ جب تک کہ مذکورہ بالا تجویز کے مطابق کوئی مستقل نصابِ نظریات باطلہ کی روکے لئے رائج نہیں ہوتا۔ اس وقت تک نظامِ تعلیم میں فروعی اختلافی مسائل سے توجہ ہٹا کر اصولی مسائل پر توجہ کی جائے۔ عالمِ اسلام کے مسائل، حالیہ دور کے حالات و کوائف اور معاشرتی اور اقتصادی امور بھی زیرِ بحث لائے جائیں تاکہ طلبہ میں دورِ جدید کے مسائل کا فہم اور شعور پیدا ہو سکے۔

در اصل درس نظامی کا مقصد یہی ہے کہ طلبہ میں مطالعے کی ابتداء کرا دی جائے اور ان میں مطالعہ

تحقیق کا ذوق پیدا کر دیا جائے۔ درس نظامی سے فارغ ہونے والا طالب علم عالم نہیں بن جاتا۔ جس طرح منطقی پر دو تین کتابیں پڑھ کر کوئی شخص منطقی نہیں بن جاتا۔ درس نظامی تو طلبہ میں اس بات کی استعداد پیدا کرتا ہے کہ وہ مزید مطالعہ و تحقیق کے قابل ہو سکیں۔ لیکن دیکھا گیا ہے کہ طلبہ میں مطالعے کے ذوق کی کمی ہے۔ اور مطالعے سے گھبراتے ہیں۔

مدارس دینیہ میں پیشہ ورانہ تربیت | پہلی بات تو یہ ہے کہ اس تعلیم کا مقصد معاش کمانا ہے ہی نہیں۔ ہمارے ہاں تصور یہ ہے کہ دین کو سیکھیں، اس پر عمل کریں اور اس کی اشاعت کریں نہ کہ اس سے معاش کمانے کی کوشش کریں۔

تاہم آپ کی یہ بات درست ہے کہ موجودہ دور میں پیشہ ورانہ تربیت کی بھی ضرورت ہے۔ دراصل پرانے زمانے میں تو کل اور قناعت بہت تھی۔ علماء، مساجد اور مدارس میں بغیر معاوضہ یا تنخواہ لئے دین کی خدمت کرتے تھے، جواز کی سوکھی روٹی پر بھی خوش تھے۔ اب اس دور میں یہ جذبہ ناپید ہو رہا ہے۔ اب ضروری ہے کہ مدارس دینیہ کے طلبہ کو کچھ ایسے فنون سکھائے جائیں جن سے وہ آزادانہ طور پر اپنی روزی کما سکیں۔ ان فنون میں طب، خوشنویسی، درزی کا کام، جلد بندی وغیرہ کا کام وغیرہ شامل کئے جاسکتے ہیں۔

اس سلسلے میں میرا عملی تجربہ یہ رہا ہے کہ جن لوگوں نے کوئی اور کام سیکھا ہے، وہ پھر اسی کام کے ہی ہو کر رہ گئے ہیں۔ حتیٰ کہ اسکولوں اور کالجوں میں عربی اور اسلامیات پڑھانے پر بھی جو لوگ مامور ہوتے ہیں، ان کا عالم بھی یہ ہے کہ اپنی تین تین چار چار سو روپے کی تنخواہوں میں مگن ہو کر دین کو بھول چکے ہیں۔

اسکولوں، کالجوں میں دینی تعلیم | حکومتی نظام کے تحت جو تعلیمی ادارے چل رہے ہیں۔ ان میں صدق دل سے دین کی خدمت نہیں ہو رہی۔ ظاہر ہے کہ تین چار سو روپوں کو یاد کر کے یا ان کا ترجمہ پڑھ کر دینی تعلیم کے سارے تقاضے پورے نہیں ہو سکتے اس کے لئے علوم اسلامیہ سے کئی آگاہی ضروری ہے۔ کالجوں میں زیادہ سے زیادہ بچوں کو یہ معلوم ہو جاتا ہے کہ وہ مسلمان ہیں۔ اور یہ کہ نماز وغیرہ کیسے پڑھی جاتی ہے۔ لیکن اگر ہم یہ چاہتے ہیں کہ ہم اسلام کی بنیاد پر امریکہ، روس اور چین کے باطل نظریات کا مقابلہ کر سکیں تو اس کے لئے یہ بات کافی نہیں ہوگی، اس کے لئے علوم اسلامیہ کا گہرا مطالعہ کرنا ہوگا۔

اجتہاد کی ضرورت، گنجائش | اجتہاد کا مسئلہ ایک پیچیدہ مسئلہ ہے۔ اگر اجتہاد کی کھلی

اجازت دے دی جائے۔ تو پھر آپ کو ہر گلی اور ہر محلے میں دس دس بیس بیس مجتہد ملیں گے، نتیجہ یہ ہوگا کہ اسلامی احکام و شریعت کے متعلق تصادم و انتشار کی کیفیت پیدا ہو جائے گی۔

یہ جو ہمارے اکابر نے کہا ہے کہ اجتہاد کا سلسلہ بند ہو چکا ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اب انفرادی رائے نہیں دی جائے گی۔

اب جو مسائل پہلے زمانے میں پیش آچکے ہیں اور قرآن و حدیث میں ان کے متعلق فیصلہ دیا جا چکا ہے تو ان میں اجتہاد کی قطعاً گنجائش نہیں ہے۔ اصل مسئلہ یہ ہے کہ جو نئے مسائل پیدا ہوتے ہیں انہیں کسی قاعدہ اور اصول کے تحت حل کیا جائے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اجتہاد کی شرائط کو ماحقظ پورا کر کے ان مسائل پر اجتہاد کیا جاسکتا ہے۔ بہتر صورت یہ ہوگی کہ جدیدہ جدیدہ علماء مل کر بمیٹھیں اور زیر بحث مسئلے کے مالہ و ماعلیہ پر غور کر کے کسی متفقہ فیصلے پر پہنچیں۔ اس اجتماعی کوشش میں یقیناً اللہ تعالیٰ کی خوشنودی شامل ہوگی۔

روح المعانی اور مرقات

تفسیر روح المعانی عربی از علامہ آلوسی بغدادیؒ کامل ۱۵ جلد (۳۰ پارے)

کاغذ امی ٹیشن آرٹ، طباعت عکس مہری ۵۳۰/- روپے
کاغذ سفید گلکز ۳۷۵/- روپے



مرقات شرح مشکوٰۃ عربی از ملا علی قاریؒ کامل ۱۱ جلد -

کاغذ امی ٹیشن آرٹ، طباعت جدید ٹائپ - رعائتی ہدیہ غیر مجلد ۶۰۰/- روپے



نوٹ:۔ اگر روح المعانی اور مرقات مجلد پشتم چرم درکار ہو تو نئی جلد ۷۰۰/- روپے
مزید شامل فرمادیں۔ خرچہ خریدار کے ذمہ ہوگا۔

آرڈر میں کاغذ، مجلد و غیر مجلد کی وضاحت اور ایک سو روپیہ پیشگی آنا ضروری ہے۔

مکتبہ امدادیہ ٹی بی ہسپتال روڈ — ملتان شہر